جلد ۲ | مورخہ ۱۳- اپریل ۱۹۱۵ء مطابق ۲۷ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ | نمبر ۱۲۶

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفہ ثانی نے ۱۰- اپریل کو مسجد اقصیٰ میں درس قرآن مجید دیا- سورۂ آل عمران کے آخری رکوع سے پہلا رکوع- جو لطائف و معارف و حقائق فرمائے وہ اپنے وقت پر انشاء اللہ شائع ہو جائینگے- اللہ تعالےٰ حضور کو شفاء کاملہ بخشے تا ہر روز آپ ہی کی زبان کوثر نشان سے درس سُن کر کام جان و لذت توامان حاصل کریں +

۲- دفتر سکرٹری سے یہ اطلاع شائع کرنے کے لئے آئی ہے کہ مدرسہ ۱۵- اپریل کو کھُلے گا- جو لڑکے بیرونجات سے آکر داخل ہونا چاہیں وہ ۲۰- اپریل تک آسکتے ہیں پھر کوئی لڑکا نہیں لیا جاسکے گا +

۳- بابو فقیر علی صاحب ریلوے سٹیشن امرت سر کی اہلیہ نے بعارضہ سل لمبی بیماری کے بعد انتقال کیا- اور ان کا جنازہ امرتسر سے لایا گیا- اور ۱۱- اپریل بہشتی مقبرہ میں دفن کی گئیں +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

زمینی و آسمانی انسانوں میں فرق

آج کے اخبار میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح کا ایک مکتوب درج کیا جاتا ہے جو ایک طالب حق کے استفسار و ں کا جواب ہے- اس خط کا حرف حرف اہلِ بصیرت کے لئے سبق اور اہلِ دل کی روحانی غذا ہے +

ہم احمدی قوم کو مبارک جماعت کے نام سے یاد کرتے اور محمود کے ہاتھ دینے والوں کو خوش قسمت انسان کہہ کر پکارتے ہیں کیونکہ جس ہاتھ میں انھوں نے ہاتھ دیا ہے وہ ایک معمولی شخص کا ہاتھ نہیں کسی زمینی پیشوا کا ہاتھ نہیں- ایسے دنیا دار کا ہاتھ نہیں جو سیم وزر کی محبت کے لئے حق کو قربان کر دے بلکہ وہ اس اولوالعزم انسان کا ہاتھ ہے جو اظہار حق کے لئے اپنے اندر جوش رکھتا اور ابلاغ صداقت کے لئے بے چین ہے وہ چاہتا ہے کہ تمہارا ظاہر و باطن یکساں ہو- وہ چاہتا ہے کہ تم زمین پر رہکر آسمانی بنجاؤ- اور صداقت کو چھپانے کی بجائے اُس کا اعلان کردو- جو دل میں ہے وہی تمہاری زبان پر ہو- ایسا نہ ہو کہ دنیوی حرص و طمع یا نفسانی خواہشات تم پر غالب آجائیں اور تم تبلیغ کے مقدس کام میں تساہل کرو +

پس دوستو! تم خوش ہو کہ تمہارا موجودہ امام زمین میں آسمانی ہے- اور زمینی و آسمانی انسانوں میں یہی فرق ہے کہ اول الذکر تملق و چاپلوسی سے اظہارِ حق میں تامل کرتے ہیں- مگر موخر الذکر اس بارہ میں مخلوق کی ذرہ بھر پروا نہیں کرتے اور منشائے الٰہی کو مدنظر رکھتے ہیں +

الحمد للہ کہ ان صاحب نے بیعت کرلی

ایک صاحب کے پانچ سوالوں کا جواب

از حضرت اولوالعزم سید نا مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفۂ ثانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مکرمی - السلام علیکم - تیرہ مارچ کا لکھا ہوا خط جو ۱۸- مارچ کو صدر انجمن احمدیہ کے سکرٹری کے نام پہنچا مَینے پڑھا ہے اور چونکہ اس خط میں آپنے اپنے سوالات کے جواب مجھ سے پوچھ کر لکھنے کی درخواست کی ہے مَینے مناسب خیال کیا کہ میں خود ہی ان سوالات کے جواب لکھوادوں - آگے ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور دلوں پر سوائے اسکے کسی کی حکومت نہیں میں افسوس کرتا ہوں کہ چونکہ میں کچھ دن بیمار رہا ہوں اس لئے آپ کو جلد جواب نہیں لکھواسکا - آپ نے پانچ سوال کئے ہیں اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں وہ پانچوں سوال درحقیقت ایک ہی سوال کی شاخیں ہیں اور ایک سوال دوسرے کے ساتھ پیوست ہے بہرحال میں آپکے پانچوں سوالات کے جواب ذیل میں لکھواتا ہوں - آپ کے پانچ سوال یہ ہیں :-

مَینے حضرت مرزا غلام احمد صاحب مرحوم کی بہت تعریف سُنی ہے اور اسلام کے متعلق جو آپنے تعلیم دی ہے میں اسے بہت عزت کی نظر سے دیکھتا ہوں ۔

میں اسبات کے لئے تیار ہوں کہ انکو ایک مصلح اعظم تسلیم کروں لیکن احمدیت کا اظہار کرتے ہوئے مجھے مفصلہ ذیل امور کی وجہ سے خوف معلوم ہوتا ہے ۔

(۱) اگر میں احمدیت کا اظہار کروں تو مجھے تمام مسلمان کافر سمجھینگے اور مجھے بھی ان کو ایسا ہی سمجھنا پڑے گا ۔

(۲) احمدی لوگ غیراحمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتے اور اس لئے غیراحمدی بھی انکے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اس طرح مجھے تمام اسلامی مساجد سے قطع تعلق کرنا پڑے گا حالانکہ ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ پنجوقتہ جماعت کے ساتھ قریب کی مسجد میں نماز پڑھے اور جمعہ کی نماز جامع مسجد میں ادا کرے ۔

(۳) اس صورت میں آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ احمدی کا نام اختیار کرنے سے مجھے کس قدر تکلیف اُٹھانی پڑے گی - قرآن کریم ہمیں ایسا کرنیکی اجازت نہیں دیتا - قرآن کریم میں ہمارا نام مسلمان ہے اور ہمیں تاکید ہے کہ ہم مذہب کو فرقوں میں تقسیم نکریں ۔

(۴) قرآن یا احادیث میں کسی جگہ یہ مذکور نہیں کہ ہر انسان کو اپنی نجات کے لئے مسیح اور مہدی پر علانیہ ایمان لانا ضروری ہے ۔

(۵) باوجود اسکے مذکورہ بالا حالات کے ماتحت میں اسمیں کوئی ہرج نہیں دیکھتا کہ خفیہ طور پر ایمان رکھوں ۔

یہ میرے عقائد ہیں اگر میں غلطی پر ہوں تو مہربانی کر کے قرآن اور احادیث کے حوالجات سے مجھے اس غلطی پر مطلع کیا جائے ۔

ان سوالات کا خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ آپکے خیال میں حضرت مسیح موعود کے ماننے میں آپکو بعض باتیں روک ہیں اور انکے ہوتے ہوئے سلسلہ احمدیہ میں علی الاعلان داخل ہونیسے اسلام کے بعض فرائض کو ترک کرنا پڑتا ہے گو ان تمام سوالات کے جواب الگ الگ بھی دونگا لیکن پہلے میں سب سوالات پر مجموعی طور سے نظر ڈالنا چاہتا ہوں ۔

میرے خیال میں ان سب سوالات کے جواب ہم صرف ایک سوال میں دے سکتے ہیں اور وہ یہ کہ آیا حضرت مسیح موعود خدا تعالیٰ کیطرف سے تھے یا نہیں اگر آپ حق پر نہ تھے تو ان سوالات کی ضرورت ہی نہیں رہتی کیونکہ جھوٹے آدمی کا ماننا خواہ پوشیدہ ہو خواہ ظاہر ہر طرح گناہ اور معصیت ہے - اور اگر آپ سچے تھے اور ہمیں یقین ہے کہ وہ ضرور سچے تھے تو پھر بھی یہ سوال حل ہو جاتے ہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود نے اپنی بیعت کرنے یا نہ کرنے - اپنے مخالفوں کے پیچھے نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے وغیرہا مسائل کی بنا خدا تعالیٰ کے الہامات پر رکھی ہے اور اپنی طرف سے ان مسائل پر کچھ نہیں لکھا پس آپکی صداقت ثابت ہو جانیکے بعد ایک دانا انسان کے لئے سوائے اسکے اور کوئی چارہ باقی نہیں رہتا کہ وہ ان سب باتوں کو قبول کرے کیونکہ انکو رد کرنا خدا تعالیٰ کے احکام اور اسکے فیصلہ کو رد کرنا ہے اور ان کا قبول کرنا درحقیقت خدا تعالیٰ کے فیصلہ کو قبول کرنا ہے غرضکہ اصل جھگڑا صرف حضرت مسیح موعود کی صداقت کے متعلق ہے اور سوال یہ ہے کہ کیا آپ خدا تعالیٰ کیطرف سے تھے ؟ اگر اس سوال کا جواب یہ ملے کہ ہاں خدا تعالیٰ کیطرف سے تھے تو اب جو کچھ اُن کا حکم ہے وہ ہمیں قبول کرنا پڑے گا - اور خصوصاً ان باتوں کے رد کرنیکی تو ہمارے پاس کوئی وجہ ہی نہیں جن کی نسبت مسیح موعود نے فرمادیا ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کیطرف سے ہیں کیونکہ جب وہ سچے ہیں تو وہ باتیں جو وہ خدا تعالیٰ کیطرف سے کہتے ہیں وہ بھی سچی ہیں اور اُنپر اعتراض نہیں پڑ سکتا پس آپکے ان سوالات کے جواب میں سب سے پہلے تو میں یہی کہوں گا کہ آپ اسبات کی تحقیق کریں کہ مسیح موعود واقعہ میں خدا تعالیٰ کیطرف سے ہے یا نہیں - اگر آپ پر یہ بات کھلجائے کہ وہ واقع میں اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہیں تو پھر آپکو ان سوالات کا جواب بھی خود ہی ملجائیگا کیونکہ جو شخص خدا تعالیٰ کیطرف سے ہو اسکے فیصلوں کا ماننا ضروری ہے، اور جن باتوں کے متعلق آپنے سوال کیا ہے وہ تو ایسی ہیں کہ انکے متعلق مسیح موعود کا فیصلہ امر الٰہی کے ماتحت ہے - اب میں مختصراً آپکے سوالات کا جواب نمبروار دیتا ہوں ۔

۱- پہلا سوال یہ ہے :-

اگر میں احمدیت کا اظہار کروں تو مجھے تمام مسلمان کافر سمجھینگے اور مجھے بھی ان کو ایسا ہی سمجھنا پڑے گا ۔

اگر آپ اس سوال پر مزید غور کرینگے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ آپ کے احمدی مشہور ہونے یا نہونے کو مسئلہ کفر و اسلام غیراحمدیاں سے کوئی تعلق ہی نہیں کیونکہ پہلا سوال تو یہ ہوگا کہ آیا مسیح موعود کے منکر کافر ہیں یا نہیں اگر وہ کافر نہیں تو خواہ آپ احمدی مشہور ہوں یا نہوں آپ کو انھیں مسلمان ہی ماننا پڑے گا اور اگر وہ مسلمان نہیں تو پھر بھی خواہ آپ اپنے احمدی ہونیکا اظہار نکریں اور خفیہ رہیں آپ کو انھیں کافر ماننا پڑے گا کیونکہ آپکے احمدی مشہور ہونے یا نہونے سے اصل واقعہ میں فرق نہیں آجاتا اگر وہ کافر ہیں تو ہر دو صورت میں کافر ہی رہیں گے اور اگر وہ مسلمان ہیں تو ہر دو صورت میں مسلمان رہیں گے اگر فرق ہوگا تو صرف یہ کہ اگر آپ احمدی مشہور ہوں تو لوگوں کو آپکے دلی خیالات کا علم ہو جائیگا - اور اگر آپ احمدی مشہور نہوں تو آپکے حقیقی خیالات سے لوگ ناواقف رہیں گے - پس سوائے اسکے کہ حقیقت پر ایک پردہ پڑا ہے نفس حقیقت میں کسی کے احمدی مشہور ہونے یا نہونے سے کوئی فرق نہیں آتا - جو شخص مسیح موعود کو سچا مان لے اور اسے یہ بھی یقین ہو جائے کہ اسکے منکر کافر ہیں تو گو وہ اپنی احمدیت کو ظاہر نہ کرے اور لوگوں میں غیراحمدی مشہور ہو تب بھی اپنے

میں تو اسے غیر احمدیوں کو کافر ہی سمجھنا پڑیگا- اور اگر ایک شخص حضرت مسیح موعود کے منکروں کو کافر خیال نہیں کرتا تو خواہ وہ اپنی احمدیت کا کتنا ہی اعلان کرے غیر احمدیوں کو کافر کہنے پر مجبور نہیں کیونکہ کسی چیز کے علی الاعلان کہدینے سے اسکے منکروں پر کفر کا فتویٰ نہیں لگ جاتا- بلکہ صرف اسی چیز کے منکروں پر کفر کا فتویٰ لگتا ہے جس کا انکار واقعہ میں کفر ہو- اب رہا اس سوال کا دوسرا پہلو- اور وہ یہ کہ آپکے احمدی مشہور ہونے پر لوگ آپ کو کافر کہینگے- سو اس کا جواب یہ ہے کہ آپکے اسلام پر دوسروں کے کافر کہنے یا مسلمان کہنے کا کیا اثر پڑتا ہے حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم و دیگر صحابہ کرام کو مسلمانوں کی ایک جماعت منافق کہتی ہے- نعوذ باللہ من ذلک- اور ان کا خیال یہ ہے کہ یہ لوگ سچے دل سے اسلام میں داخل نہوئے تھے بلکہ صرف اسلام کا اظہار کرتے تھے اور ایسا منافق درحقیقت کافر ہی ہوتا ہے لیکن کیا ان لوگوں کے ایسا کہدینے سے یہ بزرگ کافر بنجاتے ہیں یا ان کا کوئی نقصان ہوجاتا ہے پھر انکے بعد جسقدر بزرگ ہوئے ہیں قریباً سب پر کفر کا فتویٰ لگا- سید عبدالقادر جیلانی پر بھی کفر کا فتویٰ لگایا گیا اور بڑے بڑے مولویوں نے اسپر اپنی مہریں لگائیں اور آپکا نام نعوذ باللہ من ذلک ابلیس رکھا- مجدد الف ثانی- احمد سرہندی پر بھی کفر کا فتویٰ لگا- جنید بغدادی اور شبلی بھی کافر قرار دیئے گئے لیکن کیا ان لوگوں نے اپنے عقائد کو اس ڈر سے کہ لوگ ہمیں کافر کہتے ہیں چھپا لیا- اور کیا لوگوں کے کافر کہنے سے وہ واقعہ میں کافر ہو گئے یا انکے دین میں کوئی نقص پیدا ہو گیا- آج تو سنی شیعوں کو اور شیعہ سنیوں کو- اور یہ دونوں خوارج کو اسلام سے باہر خیال کرتے ہیں اسوقت ہندوستان میں کوئی ایسا فرقہ نہیں جسکے پیروان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگا- لیکن کسی کے دوسرے کو کافر کہنے سے اسکے مذہب میں کوئی نقص نہیں آجاتا- نقص تو تبھی آتا ہے جب واقعہ میں کوئی کفر کا عقیدہ انسان کے اندر پیدا ہو جائے- پس لوگوں کے کافر کہنے سے خوف کھا کر ایک حق کو قبول نہ کرنا کسی نفع کا باعث نہیں ہو سکتا- اگر ایک شخص مسلمان ہو اور ساری دنیا اسے کافر کہے تو وہ کافر نہیں ہو جاتا اور اگر ایک شخص کافر ہو اور سب دنیا اسے مسلمان کہے تو وہ مسلمان نہیں ہو جاتا +

بات یہ ہے کہ لوگوں نے کفر و اسلام کے مسئلہ کو سمجھا ہی نہیں اگر وہ روحانی معاملات کو جسمانی معاملات پر عرض کر کے انکی صداقت معلوم کرتے تو ان پر حق کھلجاتا- اور صداقت روشن ہو جاتی- قرآن کریم کی یہ طرز ہے کہ وہ روحانی سلسلہ کا جسمانی سلسلہ سے مقابلہ کر کے اپنی پیش کردہ تعلیم کی صداقت ظاہر کرتا ہے اور کسی بات کی صداقت ثابت کرنے کے لئے یہ طریق نہایت عمدہ ہے کیونکہ جسمانی سلسلہ کی نسبت تو کسی کو شک ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جبکہ کسی مذہب کو ان قواعد کے مطابق ثابت کر دیا جائے جو اللہ تعالےٰ نے جسمانیات میں جاری کئے ہیں تو اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ وہ مذہب اسی خدا کی طرف سے ہے جو دنیا کا خالق ہے- اگر ہم مسئلہ کفر کو اسی رنگ میں دیکھیں تو نہایت آسانی سے حل ہو جاتا ہے کفر بیماری ہے- اور اسلام صحت کا نام- ہم دیکھتے ہیں کہ ایک حد تک انسان کے اندر بیماری کا مادہ ہوتے ہوئے بھی وہ تندرست کہلاتا ہے کیونکہ دنیا میں اکثر انسان جو تندرست کہلاتے ہیں ان کی صحت میں بھی خفیف خفیف نقص ہوتے ہیں لیکن ان کی وجہ سے ہم ان کو بیمار نہیں کہدیتے- اسی طرح ہر بیمار میں ایک حد تک صحت کا مادہ بھی ہوتا ہے لیکن اسکی وجہ سے ہم اسے تندرست نہیں کہتے- تندرست اسی کو کہتے ہیں جس کے سب اعضاء رئیسہ بیماری سے بچے ہوئے ہوں یا اس کے جسم پر بیماری غالب نہ آگئی ہو- اور بیمار اُسے کہتے ہیں جس کے جسم پر بیماری غالب آگئی ہو یا اس کے اعضاء رئیسہ میں سے کسی پر اسے غلبہ حاصل ہو گیا ہو- کفر و اسلام کا بھی یہی حال ہے ایک شخص باوجود اس کے کہ اس میں بعض گناہ پائے جاتے ہوں مسلمان کہلاتا ہے اور مسلمان ہے- اس لئے کہ اس کی روحانیت پر گناہ غالب نہیں آگیا- اور جب بھی گناہ غالب آجاتا ہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اسی طرح ایسا شخص بھی جو بہت سے مسائل میں حق پر ہو لیکن کسی ایک اہم مسئلہ میں جو روحانی سلسلہ کے اعضاء رئیسہ میں شامل ہو حق پر نہ ہو کافر کہلاتا ہے +

پہلی بات کی مثال میں دہریہ پیش کئے جاسکتے ہیں کہ ان کے سب جسم پر بیماری کو غلبہ حاصل ہے اور وہ مذہب کے کسی اصل کو بھی قبول نہیں کرتے- پھر برہمو ہیں کہ وہ اللہ تعالےٰ کو قبول کرتے ہیں لیکن آگے الہام اور نبیوں کو قبول نہیں کرتے- انکی روحانیت کا گویا ایک عضو درست ہے لیکن باقی بیمار ہیں- کیونکہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر فقد ضل ضلالاً بعیداً- اور برہمو ان باتوں میں سے چاروں باتوں کا انکار کرتے ہیں- پھر مشرکین عرب ہیں جو خدا اور ملائکہ کو تو مانتے تھے مگر اس کے نبیوں اور کتابوں اور بعث بعد الموت کے منکر تھے- اس کے بعد ہندو ہیں کہ وہ خدا تعالےٰ کے ملائکہ- الہام- رسولوں اور بعث بعد الموت کے قائل ہیں لیکن صرف ابتدائی زمانہ کی ہدایت کے سوا اور سب ہدایتوں کے منکر ہیں- پھر یہود ہیں ان میں سے دو گروہ ہیں ایک وہ جو سب مسائل کو قبول کرتے ہیں لیکن نبیوں میں سے دو نبیوں کے منکر ہیں اور ایک ان کا گروہ وہ ہے جو علاوہ ان دو نبیوں کے انکار کے بعث بعد الموت کا بھی قائل نہیں- آخر میں مسیحیوں کا نمبر آتا ہے کہ یہ سب سے زیادہ اسلام کے قریب ہیں اور سب باتوں کو قبول کرتے ہیں صرف نبیوں میں ہمارے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قبول نہیں کرتے لیکن یہ بھی کافر ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ نے جو شرائط اسلام مقرر فرمائی ہیں کہ اللہ تعالےٰ پر ایمان ہو- ملائکہ پر ایمان ہو- سب نبیوں پر ایمان ہو سب کتب پر ایمان ہو- بعث بعد الموت پر ایمان ہو- ان میں سے ایک شرط ان میں پورے طور پر نہیں پائی جاتی یعنے وہ سب نبیوں پر ایمان نہیں لاتے بلکہ خاتم النبیین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں- اب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا جاتا ہے تو جو مسلمان کہلانے والے لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ باوجود دیگر سب مذاہب کی نسبت اس کے قریب ہونے کے ایک شرط کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے بیماروں میں ہی شامل ہونگے کیونکہ اعضاء رئیسہ میں سے ان کا ایک عضو بیمار ہے +

اب جس شخص کے خیال میں ایک دوسرے

شخص میں مذکورہ بالا قاعدہ کے ماتحت جو خود قرآن کریم نے
بتایا ہے کوئی نقص پایا جاتا ہے وہ اسے کافر کہنے پر مجبور
ہے کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ اس میں ایک ایسی بیماری پیدا
ہو گئی ہے جس کی وجہ سے وہ بیماروں میں شامل ہونے
کے لائق ہے۔اس شخص کو اس پر ناراض ہونے کی کوئی
وجہ نہیں۔اس کا حق ہے کہ اس کی غلطی اسے سمجھائے اور
بتائے کہ مجھ میں سب شرائط اسلام پائی جاتی ہیں پس بجائے
مجھے جو پورا مسلمان ہوں کافر کہنے کے تو اپنے اسلام کی اصلاح
کر لیکن اس کا کوئی حق نہیں کہ وہ اسے یہ کہے کہ تو اپنے عقیدہ
کو حق سمجھتے ہوئے مجھے کافر کیوں خیال کرتا ہے۔کافر کے
تو صرف یہ معنے ہیں کہ وہ اصولی مسائل میں سے سب یا بعض
یا ایک مسئلہ کا انکار کرتا ہے۔اور جو شخص کسی انسان کی نسبت
ایسا خیال کرتا ہے وہ اسے کافر خیال کرنے پر مجبور ہے
اور اگر وہ اسے مسلم ہی سمجھتا ہے تو اسے اس کے خیالات
کو ترک کرنا چاہیئے۔غرض جب کافر کا لفظ استعمال کیا جاتا
ہے تو اس کے صرف یہ معنے ہیں کہ جس شخص کی نسبت
وہ لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ کم سے کم ایک بڑے
حق کا انکار کر رہا ہے اور جبکہ اس کے صرف یہ معنے
ہیں تو کیسی خلاف عقل بات ہوگی۔اگر ہم اپنے مخالف سے
جس کے نزدیک ہمارا اور اس کا اصولی اختلاف ہے یہ
امید رکھیں کہ وہ ہماری نسبت یہ اعلان کرے کہ ہم کسی حق
کا انکار نہیں کرتے یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ ہم کافر نہیں
ہیں ہم اس کو یہ تو ضرور کہیں گے کہ ہمیں کافر کہنے پر تم
غلطی پر ہو اور ہم میں سب شرائط اسلام پائی جاتی ہیں
اور تم کو بھی چاہیئے کہ اس حق کو قبول کرو جو ہمارے پاس
ہے لیکن جب تک وہ اپنے عقائد پر قائم ہے وہ
ہمیں کافر کے سوا اور کچھ نہیں سمجھ سکتا۔پس جو شخص
احمدی ہوتا ہے اسے اگر دوسرے لوگ کافر کہتے ہیں
تو انہیں ایسا کہنے دے اور ان کو سمجھائے کہ میں حقیقی
اسلام پر ہوں۔اور ان لوگوں کا حق ہے کہ اپنے عقائد
کے مطابق اسے کافر ہی سمجھیں ان کے مذہب کے رو سے
واقع میں اس نے ایک جھوٹے مدعی کو قبول کیا ہے
تو وہ اسے حق پر کس طرح کہہ سکتے ہیں اور اگر یہ واقع
میں حق پر ہے تو لوگوں کے یہ سمجھ لینے سے کہ یہ باطل پر ہے
اسے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے ٭

۲- آپ کا دوسرا سوال یہ ہے:-
کہ احمدی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔
اگر کوئی شخص احمدی ہو جائے تو اسے کل سجدوں
سے علیحدہ ہونا پڑے گا اور ایک فرض کو ترک
کرنا پڑے گا جو جائز نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کی
بنا صرف خیالات پر نہیں اور اسلام انسان کو رسومات
میں گرفتار کرنے نہیں آیا بلکہ اسلام میں جس قدر
احکام ہیں ان سب کی غرض اطاعت الٰہی ہے
اور کوئی کام اپنی ذات میں ثواب کا مستحق انسان
کو نہیں بنا دیتا بلکہ اطاعت الٰہی انسان کو ثواب
کا مستحق بناتی ہے۔نماز کیسی اعلیٰ درجہ کی عبادت
ہے اور عملی شریعت کے ارکان میں سے ہے لیکن
اگر کوئی شخص سورج نکلتے وقت یا سورج ڈوبتے
وقت نماز پڑھے تو وہی عبادت گناہ ہو جاتی ہے
روزہ قرب الٰہی کا ذریعہ ہے لیکن عید کے دن روزہ
رکھنے والا شیطان ہوتا ہے۔پس کوئی عمل در حقیقت
فی ذاتہٖ اچھا نہیں۔بلکہ عمل وہی اچھا ہے جو اللہ تعالیٰ
کی رضا کا مستحق بنا دے ٭

جنگ احزاب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کو چار نمازیں اکٹھی پڑھنی پڑیں۔حالانکہ قرآن کریم
میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں مگر آپ کا یہ فعل
شریعت اسلام کے خلاف نہ تھا نہ قرآن کریم کے
حکم کے خلاف۔وہ ایک وقتی مجبوری تھی جس کی وجہ
سے ایسا کرنا پڑا اب بھی اگر کسی کو ایسی مجبوری پیش
آئے تو وہ ایسا ہی کر سکتا ہے اور اس کے لئے
ایسا جائز ہوگا۔سونا پہننا مردوں کے لئے جائز
نہیں لیکن حضرت عمرؓ نے کسریٰ کے کڑے ایک
صحابی کو پہنائے اور جب اس نے ان کے پہننے
سے انکار کیا تو آپ نے اس کو ڈانٹا۔اور فرمایا کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تیرے
ہاتھوں میں مجھے کسریٰ کے کڑے نظر آتے ہیں۔اسی
طرح ایک موقعہ پر کسریٰ کا تاج اور اس کا ریشمی لباس
جب غنیمت کے اموال میں آیا۔تو حضرت عمرؓ نے ایک
شخص کو اس لباس اور اس تاج کے پہننے کا حکم دیا
اور جب اُس نے پہن لیا تو آپ رو پڑے اور فرمایا
چند دن ہوئے کسریٰ اس لباس کو پہنکر اور اس تاج
کو سر پر رکھ کر ملک ایران پر جابرانہ حکومت کرتا تھا
اور آج وہ جنگلوں میں بھاگا پھر رہا ہے دنیا کا یہ
حال ہوتا ہے۔اور یہ حضرت عمرؓ کا فعل ظاہر بین
انسان کو شاید درست معلوم نہ ہو کیونکہ ریشم اور
سونا پہننا مردوں کے لئے جائز نہیں۔لیکن ایک
نیک بات سمجھانے اور نصیحت کرنے کے لئے حضرت
عمرؓ نے ایک شخص کو چند منٹ کے لئے سونا اور ریشم
پہنا دیا۔غرض اصل شے تقویٰ اللہ ہے۔احکام سب
تقویٰ اللہ کے پیدا کرنے کے لئے ہوتے ہیں اگر
تقویٰ اللہ کے حصول کے لئے کوئی شے جو بظاہر عبادت
معلوم ہوتی ہے چھوڑنی پڑے تو وہی کار ثواب ہوگا
جیسے میں نے بتایا ہے کہ عید کے دن روزہ اور سورج
نکلتے اور غروب ہوتے وقت نماز کا ترک ہی ثواب کا
موجب ہے اور ان عبادتوں کا ان اوقات میں بجا
لانا انسان کو شیطان بنا دیتا ہے اس اصل کو مدنظر
رکھ کر اب آپ نماز با جماعت کے معاملہ کو دیکھیں مسیح
موعود آتا ہے۔اس کی صداقت کو ہم نشانات سے دیکھتے
ہیں اور اسے سچا پاتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ تیری جماعت
کے لوگ غیروں کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اب بتائیں کہ خدا تعالیٰ
کے اس حکم کا ماننا ثواب ہوگا یا اسکو ترک کرنا ثواب ہوگا نماز باجماعت
بیشک ایک کار ثواب ہے لیکن اسی وقت جبکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے
ماتحت ہو اگر خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف وہ نماز ہو تو وہ ثواب
نہیں بلکہ گناہ ہے بعض علماء نے بھی اپنے مخالفوں کے پیچھے نماز
پڑھنے سے اپنے متبعین کو روکا ہے لیکن ان کا یہ فعل ناجائز تھا
کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ تھا لیکن مسیح موعود کی صداقت کو
جب ایک شخص مان لے اور مسیح موعود ایک بات اذن الٰہی سے
کہے تو اسکی اطاعت ہی کار ثواب ہوگا نہ کہ اسکی خلاف ورزی
ہم تو احادیث میں دیکھتے ہیں کہ بارش کے وقت بھی جماعت
ترک کر دینے کی اجازت ہے اور صلوا فی رحالکم کا حکم ہے
جب اس چھوٹی سی وجہ کے پیدا ہونے سے نماز با جماعت کو ترک کر دیا

جا سکتا ہے تو جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہو وہاں یہ عذر کیونکر پیش کیا جا سکتا ہے کہ احمدی ہو کر نماز با جماعت ترک کرنی پڑیگی جس خدا نے نماز با جماعت کا حکم دیا ہے اُسی نے اپنے مسیح کی معرفت یہ حکم دیا ہے کہ اب غیر کے پیچھے نماز نہ پڑھو پس اگر مسیح موعود سچا ہے تو اب تو اسی میں ہے اور وہی نماز قبول ہے جو علیحدہ پڑھی جائے نہ وہ جو غیر احمدی کے پیچھے۔ اسجگہ یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ شریعت اسلام تو کامل ہو چکی ہے اب یہ نیا حکم کیونکر جاری ہوا۔ کیونکہ یہ کوئی نیا حکم نہیں حضرت مسیح موعود اگر یہ حکم دیتے کہ نماز با جماعت پڑھنی جائز نہیں تب بیشک ایک نیا حکم ہوتا لیکن آپنے تو یہ حکم دیا ہے کہ غیر احمدی کے پیچھے جائز نہیں اور یہ حکم نیا نہیں نماز با جماعت سے تو آپنے نہیں روکا۔ احمدی آپسمیں نماز جماعت سے پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاکر جو شخص احمدیت قبول کرتا ہے اسے اللہ تعالےٰ اکیلا نہیں رکھتا بلکہ اس کے لئے جماعت کا سامان پیدا کر دیتا ہے آپ غور فرمائیں کہ اگر آپکو معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص جو نماز پڑھا رہا ہے وہ ناپاک ہے اور بلا غسل نماز پڑھا رہا ہے یا بلا وضو تو آپ اسکے پیچھے نماز پڑھ لینگے؟ کبھی نہیں کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ یہ امام تو احکام اسلام کو توڑ رہا ہے اسکے پیچھے نماز کی قبولیت کیا ہو گی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ۔ اب جو شخص امام وقت اور مسیح موعود کو قبول نہیں کرتا وہ کسقدر خدا تعالیٰ سے دُور ہے حتیٰ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو انسانوں میں سے اصدق الصادقین ہیں اسکی موت کو اسلام سے پہلے کے کفار کی موت کیطرح قرار دیتے ہیں پس جو شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قبول کرتا ہے اور پھر حضرت مسیح موعود کی صداقت کو قبول کرتا ہے وہ آپکے منکر کے پیچھے کس طرح نماز پڑھ سکتا ہے کیونکہ نماز کا امام تو سب جماعت کا قائم مقام ہوتا ہے پھر کیا خدا تعالیٰ کے حضور اپنی التجاؤں کے پیش کرنے کے لئے انسان اس شخص کو آگے کر سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے اس شخص کو اپنا امام بنانا گویا اپنی دُعاؤں کو بھی قبولیت سے محروم رکھنا ہے گورنمنٹ کے پاس لوگ ڈیپوٹیشن بھیجتے ہیں تو یہ دیکھ لیتے ہیں کہ ایسا شخص ڈیپوٹیشن کا رئیس ہو جس سے حکام خوش ہوں اور کبھی ڈاکو یا مجرم کو آگے نہیں کرتے کیونکہ اس سے انھیں خطرہ ہوتا ہے کہ اگر درخواست قبول ہوتی بھی ہو گی تو نہ ہو گی۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اتقی الناس اور اعلم الناس کو امام بنانے کا حکم دیا۔ یا کم سے کم متقی انسان تو امام ہونا چاہیے جس کی نسبت ہمارا گمان ہو کہ اللہ تعالےٰ اس پر خوش ہے لیکن وہ شخص جو خدا تعالےٰ کے مامور کو رد کرتا۔ اور اسکے حکم کو ٹالتا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور اشارات کو پس پشت ڈالتا ہے اس کی نسبت ہم کب خیال کر سکتے ہیں کہ وہ ان لوگوں کا امام ہونے کے قابل ہے جو اللہ تعالےٰ کے فیصلے کو قبول کر چکے ہیں اور اسکی امان میں آچکے ہیں ان کا امام تو وہی ہونا چاہیئے جو ان میں سے ہو اللہ تعالےٰ

الفضل ۱۳- اپریل ۱۵ء

الفضل کے خریدار بڑھانے کی طرف احباب توجہ کریں

الفضل کا یہ نمبر بعض ان احباب کیخدمت میں بھی ارسال ہے جنکی نسبت وی پی کی واپسی یا قیمت پیشگی نہ دینے یا کسی اور وجہ سے اخبار نہیں بھیجا جاتا۔ تاکہ وہ بھی حضرت اولوالعزم کے مضمون سے مستفید ہو سکیں اور اس کے ساتھ الفضل کی آیندہ خریداری جاری رکھنے کے لئے فیصلہ کر سکیں +

الفضل کی ترتیب یوں ہے کہ پہلے صفحہ پر مدینۃ المسیح کے عنوان سے قادیان دارالامان کی خبریں ہوتی ہیں اور اس کے ساتھ ہی اخبار احمدیہ جسمیں گویا تمام اخوان ملت کے حالات اور حضرت خلیفۃ ثانی کے فتاویٰ سے اطلاع دیجاتی ہے اور اس طرح پر نہ صرف عقد اخوۃ مستحکم ہوتا ہے بلکہ جو فیض کوئی فرد اس جماعت کا حاصل کرتا ہے اس سے سب احباب یکساں طور پر مفید ہو جاتے ہیں پھر صفحہ ۲ پر تازہ خبریں اور مختلف واقعات اور ضروری نوٹ ہوتے ہیں صفحہ ۳ کسی اہم قومی ملکی۔ مذہبی معاملہ پر لیڈنگ آرٹیکل ہوتا ہے۔ اس کے بعد چوتھے صفحہ پر ہفتہ میں ایک بار تصدیق المسیح کے عنوان سے مسیح موعود کی صداقت پر ایک مضمون اور ایک بار اسلام کی کوئی ایسی خصوصیت جس سے دیگر مذاہب عالم پر برتری ثابت ہو سکے۔ اور ایک بار سیرت نبوی یا اسلامی تاریخ کے متعلق کوئی مضمون۔ باقی صفحات میں عیسائی۔ آریہ۔ سکھ مذہب کے متعلق کوئی نہ کوئی زبردست مضمون ہوتا ہے اور دیگر مفید مضامین صفحہ ۷- ۸ پر لنڈن۔ ماریشس سیلون مصر یا ہندوستان کے مختلف مبلغوں کی رپورٹیں اور احمدی سلسلہ میں داخل ہونیوالوں کی فہرست + ۸ صفحے یہ ہوئے اور دو صفحے پر حضرت سیدنا اولوالعزم کے دیئے ہوئے درس قرآن کے نوٹ شائع ہوتے ہیں اس صورت پر کہ پہلے آیات پھر ان کا لفظی رعایت سے ترجمہ پھر تفسیر۔ یہ ایک نہایت نادر مجموعہ ہے جو خریداران الفضل کو مفت مل سکتا ہے +

ابھی مارچ کے مہینے میں الحمد سے اس درس کا سلسلہ شروع ہوا ہے جو صاحب خریدار بننا چاہیں جلد بنجائیں چھ روپے سالانہ قیمت ہے جو بہر صورت پیشگی ہے وی پی کا روپیہ جب تک وصول نہ ہو جائے اخبار جاری نہیں ہوتا اس لئے منی آرڈر بھیجنا اچھا ہو گا + منیجر الفضل

تو قرآن کریم میں مؤمنوں کی دعا بتاتا ہے - واجعلنا للمتقین اماما - ہمارے مقتدی بھی متقی ہوں - پھر بھلا وہ شخص جو امام وقت کو رد کر کے اللہ تعالے کو ناراض کر چکا ہو - امام ہونے کے لائق کب ہے - پس اصل بات یہی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ حکم کبھی نہیں دیا کہ نماز باجماعت نہ پڑھو بلکہ ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکا ہے جو امام ہونے کے اہل نہیں - اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کر چکے ہوں تا ایسا نہ ہو کہ ان کو امام بنانے کی سزا میں یہ بھی ایمان سے محروم کر دیا جائے - اور اس کی دعا بھی رد ہو - اور جہاں ایسے آدمی ملیں جو امام ہونیکے اہل ہوں وہاں نماز باجماعت کا حکم اسی طرح موجود ہے - جسطرح اسلام نے دیا ہے ؀

آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال پر بھی غور فرمادیں ان سے بھی ثابت ہے کہ مسیح کے متبع ایک دوسرے کے پیچھے ہی نماز پڑھیں گے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں - کیف انتم اذ نزل فیکم ابن مریم فامکم منکم - دوسری حدیث میں ہے - وامامکم منکم - اب اس حدیث پر غور کریں کیسے صاف الفاظ میں بتایا ہے کہ احمدیوں کا امام احمدی ہی ہونا چاہیئے - فرماتے ہیں کہ جب عیسیٰ ابن مریم نازل ہونگے تو تم میں سے ہی امام ہوگا - اب یہ بات تو صاف ثابت ہے کہ نماز کا امام عیسائی یا ہندو تو ہوا ہی نہیں کرتا کہ ہم اس جگہ یہ خیال کر لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ اس وقت کی یہ خصوصیت ہوگی کہ امام ہندو عیسائی یا یہودی نہ ہوا کرینگے - بلکہ مسلمان ہی ہونگے غرض اس جگہ اس حدیث کے یہ معنے کرنے کہ اے مسلمانو! اس وقت تمہارا امام تم میں سے ہوگا یعنی مسلمان ہوگا اس حدیث کو لغو اور بے معنے بنا دینا ہے - نعوذ باللہ من ذالک - پس اسکے یہی معنے ہوسکتے ہیں کہ مسیح کے نزول تک تو سب فرق کا اختلاف ایسا نہ ہوگا کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز ترک کردیں - لیکن چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا مرسل ہوگا - اس لئے اس کی جماعت کی خصوصیت یہ ہوگی کہ ان کا امام انہی میں سے ہوگا نہ کہ ان دوسرے فرق سے جو دعوائے اسلام کرتے ہونگے - غرض غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنے کا ترک ہرگز کسی فرض کا ترک نہیں بلکہ قرآن کریم و احادیث کے رو سے امام جماعت امامت کے اہل انسان کو بنانا چاہیئے - اور چونکہ ایک مامور اور مامور بھی مرسل مامور - اور پھر مسیح موعود کا انکار ایک خطرناک جرم ہے - جو انسان کے تعلق کو اللہ تعالےٰ سے توڑ دیتا ہے - اس لئے مسیح موعود کا منکر ہرگز ایک احمدی کی امامت کا اہل نہیں - اور بموجب حدیث جماعت مسیح موعود کا امام خود انہی میں سے ہونا چاہیئے - اور خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کو ایسا ہی حکم دیا ہے اور یہ فیصلہ قیاسی نہیں بلکہ مطابق الہام ہے ؀

علاوہ ازیں آپ یہ بھی خیال فرمادیں کہ مسیح موعود کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حکماً و عدلاً فرماتے ہیں یعنی وہ خدا تعالیٰ کیطرف سے فیصلہ کرنے کے لئے آئے گا - اور اس کے فیصلہ بالکل درست ہونگے - پس جب مسیح موعود کے فیصلوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درست قرار دیتے ہیں تو اور کسی انسان کا کیا حق ہے کہ ایک شخص کو مسیح موعود مان کر پھر بھی کہے کہ اس کے بعض فیصلوں کو مانکر اسلام کے بعض احکام کو ترک کرنا پڑتا ہے - کیا حکماً عدلاً کے فیصلہ غلط ہوسکتے ہیں - اس کا تو ہر ایک حکم اسلام کے ماتحت ہی ہوگا - پس یہ بحث تو ہوسکتی ہے کہ مرزا صاحب واقعہ میں مسیح ہیں یا نہیں مگر انکو مسیح مانکر انکے فیصلوں کو اسلام کے خلاف نہیں کہا جاسکتا ؀

۳ - تیسرا سوال آپ کا یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہمارا نام مسلم رکھا گیا ہے - اور ہمیں مختلف فرقہ بنانے سے روکا گیا ہے پھر ہم کس طرح احمدی کہلائیں - اور ایک اور فرقہ کی بنیاد رکھیں - سو اس کا جواب یہ ہے کہ احمدی نام ہمارے مذہب کا نہیں - ہمارا مذہب اسلام ہی ہے - لیکن جبکہ اس وقت مسلمانوں میں ہزاروں فرقہ موجود ہیں - اگر ہم صرف مسلمان کہلائیں تو دنیا ہماری خصوصیات سے کس طرح واقف ہو - اس وقت احمدی کا لفظ گویا ہمارے لئے ایک اشتہار ہے اور اس کے یہ معنے نہیں کہ احمدی کوئی نیا مذہب ہے - بلکہ اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ ہم مسلمان ہیں - اور اس جماعت میں شامل ہیں جو مسیح موعود کو ماننے والی ہے - دیکھئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کا خطاب دیا ہے یا نہیں - اور پھر بہت سے اور آدمیوں کو نبی کہکے پکارا ہے یا نہیں پھر کیا یہ ہو سمّٰکم المسلمین کے خلاف ہے؟ ہرگز نہیں وہ لوگ نبی بھی تھے - مسلمان بھی تھے - اسلام ان کا مذہب تھا - اور نبوت انکی خصوصیت تھی جو اور دوسرے مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی تھی - پس نبی یا خاتم النبیین کے نام سے پکارنے سے یہ مطلب نہیں تھا کہ مسلم کے نام کے خلاف کیا گیا ہے - بلکہ اس میں ایک خصوصیت بتلائی گئی تھی -

پھر خود قرآن کریم میں مہاجرین و انصار کے دو گروہوں کا ذکر آتا ہے - اور یہ دونوں گروہ مسلمانوں میں سے تھے - کیا پھر قرآن کریم نے خود اپنے ہی بتائے ہوئے قاعدہ کے خلاف کیا کہ آپ ہی تو بتایا کہ تمہارا نام مسلم ہے - اور آپ ہی ایک جماعت کو مہاجر کے نام سے پکارا - اور ایک کو انصار کے نام سے - مگر اس کا جواب یہی ہے کہ یہ نام مسلم نام کے خلاف نہیں - وہ لوگ مذہباً مسلم تھے - لیکن چونکہ انمیں بعض خصوصیات ہیں - جن کا ذکر کرنا انکے درجہ اور انکے حقوق کے اظہار کے لئے ضروری تھا - اس لئے ان کا ذکر بھی کیا گیا جو ہو سمّٰکم المسلمین کے خلاف نہ تھا - اسی طرح مسلمانوں میں سے کوئی سید کوئی قریشی کوئی پٹھان کوئی مغل وغیرہ کہلاتے ہیں اور یہ ہو سمّٰکم المسلمین کے خلاف نہیں - بلکہ بعض جگہ اس کا اظہار ضروری ہو جاتا ہے - گورنمنٹ نے پنجاب میں خاص اقوام کو زمین کے خریدنے کا اہل قرار دیا ہے اور ہر قوم کو مستحق نہیں سمجھا - اب اگر مسلمان ہو سمّٰکم المسلمین کے ماتحت اپنے ان ناموں کو پوشیدہ رکھیں جو انکی قوم کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو وہ ان تمام حقوق سے محروم ہو جائیں - اسی طرح آپ غور کریں کہ ہر ایک شخص کا ایک نام ہوتا ہے - اگر سب مسلمان اسی حکم کے ماتحت نام رکھنے چھوڑ دیں تو دنیا میں کس قدر تباہی آجائے - غرض کہ مختلف وجوہات کے ماتحت انسان کو اپنے بعض نام قرار دینے پڑتے ہیں کبھی اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے ممتاز کرنے کے لئے وہ اپنا نام رکھتا ہے یا یہ کہ اس کے والدین اس کا کوئی نام رکھتے ہیں - اور کبھی ایک قوم کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ایک قومی نام رکھا جاتا ہے - کبھی بعض عہدوں اور مدارج کے بتانے کے لئے نام رکھے جاتے ہیں - اور ایسا کرنے سے مسلمانوں کے مسلم نام میں کوئی فرق نہیں آجاتا پس ہم جو اپنے آپکو احمدی کہتے ہیں یہ قرآن کریم کے حکم کے خلاف نہیں کیونکہ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہم مسلم نہیں

بلکہ ہم ہمیشہ اپنے آپ کو مسلم ہی کہتے ہیں۔ احمدی تو ہم صرف
اس بات کے ظاہر کرنے کے لئے کہلاتے ہیں کہ ہم وہ مسلمان
ہیں جو مسیح موعود کے ہاتھوں پر اسلام کی حقیقت کو پاکر مسلم
بنے ہیں۔ اور جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے امور اور مُرسل کو
رد نہیں کیا بلکہ قبول کیا ہے۔ جسطرح انصار اس لئے
انصار کہلاتے تھے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے رسول کو
اپنے گھروں میں جگہ دی۔ غرضیکہ احمدی کہلانے میں اسلام کا
انکار نہیں بلکہ ایک خصوصیت کا اظہار ہے *

باقی رہا یہ کہ قرآن کریم نے فرقہ بندی سے منع کیا ہے
سو یہ بالکل درست ہے۔ اسلام نے فرقہ بندی سے منع کیا
ہے جو شخص فرقہ بندی کرتا ہے وہ غلطی کرتا ہے مگر ہم تو
کوئی فرقہ بندی نہیں کرتے۔ ہم تو اصل اسلام کو نقلی
اسلام اور بناوٹی اسلام سے علیحدہ کرتے ہیں اس وقت
مُسلمان کہلانے والے لوگ ہزاروں گندے عقاید اور
بد رسومات میں مُبتلا ہیں۔ اور بہت سی صداقتوں سے
منکر ہیں۔ مسیح موعود نے ان سب باتوں کو خدا تعالیٰ
کے حکم کے ماتحت دور کیا ہے۔ اور حقیقی اسلام کو پیش کر کے
اس کی طرف لوگوں کو بلایا ہے۔ پس یہ فرقہ بندی نہیں بلکہ
اسلام کی شیرازہ بندی ہے۔ کیا قرآن کریم نے اس بات سے
بھی منع کیا ہے کہ اسلام کی شیرازہ بندی کبھی نہ کرنا۔ اور خواہ
مسلمان اسلام سے کتنے ہی دور ہوتے چلے جائیں تم انکو
اصل اسلام کی طرف نہ بلانا اور اگر یہ جائز ہے تو احمدی جماعت
کا قیام فرقہ بندی کی بناء پر نہیں بلکہ اسلام کی شیرازہ بندی کی
بناء پر ہے۔ اور جو لوگ اسلام سے دور چلے گئے تھے انکو
کھینچ کھینچ کر ایک مرکز پر جمع کیا جا رہا ہے۔ اسلام میں کسی
شخص کا ہاتھ یا پیر کاٹ دینا منع ہے۔ لیکن ایک ڈاکٹر جب
ایک کا عضو کو کاٹ دیتا ہے تو یہ عین ثواب ہوتا ہے
کیونکہ اس کا ساتھ جڑا رہنا دوسرے اعضاء کو بھی خراب کر
دیگا۔ اسی طرح محفوظ اعضاء کو بے کار اعضاء سے جدا کر
دینا اور انکو ایک شیرازہ میں لے آنا ہرگز فرقہ بندی نہیں کہلا
سکتا۔ اس وقت تو اگر حقیقی اسلام کو الگ نہ کیا جائے۔ تو
اسلام کی تباہی یقینی ہے۔ ضروری ہو کہ اسلام کی بہتری اور
اسکے احیاء اور قیام کے لئے حق کو باطل سے علیحدہ کر دیا
جائے *

۴۔ چوتھا سوال آپکا یہ ہے کہ قرآن کریم میں یا احادیث میں
کہیں اس بات کا حکم نہیں کہ مسیح و مہدی کو کھلے طور پر قبول کرنا۔
سو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم سے تو سوائے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے اور کسی نبی کی اطاعت کا قبل از وقت حکم
دیا جانا معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن جبکہ اللہ تعالیٰ صاف
فرماتا ہے کہ کونوا مع الصادقین۔ صادقوں کے
ساتھ مل جاؤ۔ اور فرماتا ہے کہ وارکعوا مع الراکعین
فرمانبرداروں کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ تو مسیح اور مہدی
کا نام لیکر اس بات کی تاکید کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ انکی
فرمانبرداری کرو۔ اگر مسیح موعود صادق ہے تو اس کے
ساتھ ہونے اور اس کی جماعت میں علی الاعلان شامل
ہونے کی ضرورت ہے۔ اور قرآن کریم کا حکم ہے۔ اور اگر
کاذب ہے۔ نعوذ باللہ۔ تو پھر اس سوال کی ضرورت نہیں
پھر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نسل انسان کو فرماتا ہے
فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا
خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ والذین کفروا
وکذبوا بایٰتنا اولئک اصحٰب النار ھم فیھا
خالدون۔ پس جس کا نام مہدی رکھا گیا ہے وہ جب
دنیا میں آئے تو اس کے ساتھ ہونا اور اس کی جماعت
میں داخل ہونا تو ایک الٰہی حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت
کی اتباع کرنا تو مومن کا فرض اولین ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ
قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کنتم خیر امۃ اخرجت
للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر
وتؤمنون باللہ۔ تم بہتر اُمت ہو۔ جو لوگوں کے نفع
کے لئے نکالی گئی ہے۔ تم لوگ سب نیک باتوں کا حکم
کرتے ہو۔ اور سب بُری باتوں سے لوگوں کو روکتے ہو
اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ
نے بتایا ہے کہ مسلمانوں کو دوسری اُمتوں پر فضیلت ہی
اس لئے دیگئی ہے کہ ان کا فرض مقرر کیا گیا ہے کہ وہ
اپنی زندگیوں کو لوگوں کے نفع کے لئے وقف کر دیں اور
حق باتیں لوگوں کو پہنچاتے رہیں۔ اور بُری باتوں سے
روکتے رہیں۔ پس جبکہ مسلمان کا فرض دوسروں کو حق پہنچانا
ہے تو اپنا مذہب پوشیدہ رکھنا کس طرح جائز ہو سکتا
ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کیطرف سے ایک نور اور ہدایت
نازل ہو گئی تو ہر ایک مومن کا فرض ہے کہ وہ اس کو شائع کرے
اور لوگوں کو اس کیطرف بلائے۔ اور یہ مسلم کا پہلا فرض ہے
اور ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ تبلیغ کرنے والے لوگوں کو
کہتا ہے کہ اولئک ھم المفلحون۔ یعنے جب تک لوگوں کو
دعوت حق دینے کا مادہ مسلمانوں میں رہے گا۔ اسی وقت تک
مسلمان کامیاب ہونگے۔ پس ان تمام آیات کے ہوتے ہوئے
ایمان کا پوشیدہ رکھنا جائز نہیں۔ اور ان آیات میں ہرگز کہیں
نہیں لکھا کہ یہ حکم صرف فلاں فلاں نبی کے لئے ہیں یا یہ کہ
فلاں فلاں ہدایت کے لئے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم
میں یہود کی نسبت آتا ہے کہ الذین اٰتینٰھم الکتٰب یعرفونہ
کما یعرفون ابناءھم۔ اہل کتاب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو اس طرح پہچانتے ہیں جسطرح اپنے بیٹوں کو
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دل سے تو وہ آپکے مومن تھے۔
لیکن اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ لیکن باوجود اس کے ان پر سخت
الزام لگایا گیا ہے۔ پھر ہم حضرت مسیح موعود کے الہامات کو
دیکھتے ہیں تو ان میں بھی یہ حکم پاتے ہیں کہ جو شخص اس کشتی میں
نہیں بیٹھتا جو اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کے ہاتھوں سے
تیار کروائی ہے یعنے احمدی جماعت میں داخل نہیں ہوتا
تو وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ نہیں۔ اور اس کے
فضلوں کا وارث نہیں ہو سکتا *

۵۔ پانچواں سوال آپ کا یہ ہے کہ مذکورہ بالا واقعات کے
ہوتے ہوئے اگر میں آپ کو خفیہ طور پر قبول کروں تو اس میں
کچھ حرج نہیں ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ میں پہلے سوالوں کے
جواب دے چکا ہوں جنمیں میں نے بتایا ہے کہ ماموروں کا ماننا
اور انکی جماعت میں شامل ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
مسیح موعود کی جماعت سے عظیم الشان ترقیوں اور انعامات
کے وعدے کئے ہیں۔ ان وعدوں کا حصہ دار انسان تب ہی
ہو سکتا ہے۔ جب انکی جماعت میں شامل ہو۔ مکرمی آپ چاہیں
کہ اگر سب لوگ اسی طرح اپنے دل میں فیصلہ کر کے اپنی اپنی جگہ
پر قائم رہیں تو وہ کام جو مسیح موعود کا ہے۔ کس طرح پورا ہو
آپ نے جو خیالات ظاہر فرمائے ہیں یہ دوسروں کے لئے بھی
روک ہو سکتے ہیں۔ پھر اسلام کا غلبہ جو مسیح موعود کے ہاتھ سے
اللہ تعالیٰ کرانا چاہتا ہے کیونکر ہو۔ اور کھرے اور کھوٹے
میں کیا امتیاز پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تو بذریعہ الہام

حضرت مسیح موعود کو بیعت لینے پر مقرر فرمایا تھا۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے خلفاء جو غیر مامور تھے۔ انکی بیعت کی نسبت بھی صحابہ کو اسقدر اصرار تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمنے زیادہ دیر بغیر ایک امام کے رہنے کو پسند نہ کیا۔ اور سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور جس شخص نے بیعت نہ کی۔ اس سے بالکل قطع تعلق کر لیا۔ اور کلام تک چھوڑ دیا۔ پس جب یہ غیر مامور خلفا کا حال ہے۔ تو مامور خلیفہ اور مسیح موعود اور اُمت محمدیہ کے درخشندہ گوہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے ترقی کرتے ہوئے نبی کا نام پانیوالے انسان کے ساتھ شامل نہ ہونا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ ایمان کی سلامتی کے لئے ضروری ہے کہ کھلے بندوں اس کی جماعت میں شامل ہو کر ہر ایک مومن باللہ اپنے نفس کی درستی اور خدمت اسلام میں لگ جائے۔ میرے خیال میں تو جو شخص مسیح موعود کو امام برحق مان لیتا ہے۔ اس کے لئے سوائے دنیاوی مشکلات اور مولویوں کے فتووں کے اور کوئی چیز مسیح موعود کے ماننے میں روک نہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ دنیا چند روزہ ہے۔ اور آخر میں اللہ تعالےٰ کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ جہاں کسی کی سفارش یا شفاعت کام نہیں دے سکتی۔ اِلّا ماشاءاللہ۔ اور ہ خدا تعالیٰ کے علم سے کوئی بات مخفی نہیں۔ ہمارے زمانہ میں تو وہ مشکلات نہیں پہلے زمانہ میں تو لوگوں کو صداقت کی خاطر جانیں دینی پڑتی تھیں۔ اور بعض کو اپنے سامنے اپنی بیویوں اور بچوں کو ذبح ہوتے دیکھنا پڑتا۔ وطن چھوڑنے پڑتے تھے جائدادیں ترک کرنی پڑتی تھیں۔ مگر وہ لوگ صداقت کے قبول کرنے سے انکار نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون۔ کیا لوگ خیال کرتے ہیں کہ صرف ایمان کا دعویٰ کرنے پر انکو چھوڑ دیا جائے۔ اور انکی آزمائش نہ کی جائے۔ یعنی ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایمان وہی قابل قدر اور انعام الٰہی کا وارث کرتا ہے جسمیں انسان آزمائشوں میں ڈالا جائے۔ اور خدا تعالےٰ کے لئے ہر ایک قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ بس مومن تو وہی ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے نزدیک اسی کی قدر ہے جو اپنے پیدا کرنے والے اور اپنے رازق اور اپنے مالک کے حکم کے ماتحت ہر ایک تکلیف برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ ہماری جماعت میں سے ہی بعض لوگ اس سلسلہ میں داخل ہونے کی وجہ سے ریاست کابل میں قتل کئے گئے۔ اور بعض کو اپنے وطن چھوڑنے پڑے۔ لیکن انہوں نے صداقت کو نہ چھپایا۔ اور ایسا تو شاید ہی کوئی انسان ہو جس کو اور قسم قسم کے دکھ نہیں دئے گئے۔ اور کچھ نہیں تو فتوائے کفر کے ذریعہ سے اسے ڈرانے کی کوشش نہ کیگئی ہو۔ اور ایمان قبول بھی وہی ہوتا ہے جو باوجود مشکلات کے ثابت رہے۔ کاش! دنیا اِس بات پر غور کرتی۔ اور لوگ اس بات کو سوچتے کہ انسان اس دنیا میں نہ رہے گا۔ اگر صداقت کے قبول کرنے میں اُسے سخت سے سخت تکلیفیں بھی دی جائیں۔ تب بھی وہ ایک محدود وقت کے لئے ہونگی۔ اول تو اللہ تعالےٰ اسی دنیا میں مومنوں کی نصرت کرتا ہے۔ اور اگر اس دنیا میں دکھ ہی دکھ ہو تب بھی یہ زندگی زیادہ سے زیادہ سو سال کی سمجھو پھر مرنا ہے۔ اور ایک نئے گھر میں بود و باش کرنی ہے۔ جس کا کوئی خاتمہ نہیں پھر اُس نہ ختم ہونیوالے آرام کو قربان کرنا اور اس محدود زندگی کے آرام کو قبول کرنا کہاں کی دانائی ہے۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ رضائے الٰہی کے مقابلہ میں دنیا کے دکھوں اور تکلیفوں کی ہستی ہی کیا ہے۔ کاش! مسلمان اسقدر غور کرتے کہ آج اسلام خطرناک مصائب میں گرفتار ہے اور اسے پھر بڑھانے کے لئے خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کو بھیجا ہے۔ اور اس کے ہاتھ سے اسلام کے شیرازہ کو پھر باندھنا چاہا ہے۔ اور اس جماعت میں شامل ہونیکے لئے دوڑتے جسے خدا تعالیٰ نے اسلام کی حفاظت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور اس جماعت سے علیحدہ ہو جاتے۔ جس نے حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسیح موعود ع کو اپنا سلام پہنچا دینے کا حکم ہر ایک مسلمان کو دیتے ہیں۔ تو پھر کیا مسلمان کہلاتے ہوئے کوئی شخص مسیح موعود سے جدا ہو سکتا ہے۔ ہر ایک شخص کو یہ حکم دینا کہ میری طرف سے مسیح موعود کو سلام کہنا اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہے کہ اس کی جماعت میں شامل ہونا کیونکہ سلام پہنچانا چاہتا ہے کہ اس کے پاس بھی انسان جائے۔ اور انکی سلسلہ انسانوں کی وفات کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتے۔ مسیح موعود کا ماننا جیسے اس کی زندگی میں ضروری تھا۔ اسی طرح اب بھی ہے۔ اسلام کو سب سے بڑا نقصان پراگندگی سے پہنچا۔ اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ پھر نئے سر سے مسلمانوں کو ایک جماعت بنائے۔ اور اس کے لئے اس نے مسیح موعود کو بھیجا ہے۔ اب جس شخص کے دل میں اسلام کی محبت ہو۔ اور خدا تعالیٰ کا تقویٰ رکھتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ مسیح موعود کے دعویٰ کو پرکھنے کے بعد اسکی صداقت معلوم کر کے اسکے احاطہ میں آجائے تا ایسا نہ ہو کہ خدا تعالےٰ کے حضور میں وہ ان لوگوں میں شامل کیا جاوے۔ جو اسلام کو نقصان پہنچانے والے اور جماعت مسلمین کو پراگندہ کرنیوالے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ پر رحم فرمائے اور حق کیطرف ہدایت کرے۔ آمین ٭

(باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپ کر شائع ہوا)

حضرت صاحبزادہ اولوالعزم خلیفۃ المسیح والمہدی مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

کافی نہ تھی۔ اس کے لئے آسمانی مدد کی ضرورت تھی۔ کوئی کیسی ہی اعلےٰ زمین کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر بارش نہ ہو تو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ اور بڑے بڑے سخت خطرناک قحط پڑتے ہیں ۔

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ

اور بادل سے پانی اتارا ۔ پھر نکالے اس کے ذریعہ کچھ پھل تمہیں رزق دینے کیلئے

تو جب تک اس زمین پر آسمان سے مدد نہیں آتی۔ کوئی چیز فائدہ نہیں پہنچا سکتی یہی ہوا جس کو ہم سونگھ سونگھ کر گندہ کر دیتے ہیں۔ اوپر سے اور نئی آجاتی ہے۔ تب ہم زندہ رہ سکتے ہیں۔ یہی پانی جو کہ بہت مصفیٰ ہوتا ہے۔ جب انسان اس کو پیتا ہے تو ایسا گندہ کر کے نکالتا ہے کہ یا تو وہ پانی گند کو صاف کرنے والا ہوتا ہے۔ یا جہاں وہ پڑتا ہے۔ اس کو گندا اور پلید کر دیتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ سے مدد آتی ہے۔ تو وہی پانی اوپر جاکر بادلوں کے ذریعے پھر نیچے اترتا ہے۔ اور اس سے قسم قسم کے میوے نکلتے ہیں۔ جن کو لوگ کھاتے ہیں ۔

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

پس اللہ کے شریک مت مقرر کرو ۔ اور تم جانتے ہو ۔

فرمایا کہ اللہ کے لئے تم شریک مت بناؤ اور حالانکہ تم جانتے ہو ۔

یہ ایک خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو آسمانی مدد کے بغیر قائم رہ سکتی ہو۔ انسان کی زندگی کا مدار کھانے پینے اور سانس لینے پر ہے اور ان سب چیزوں کا تعلق آسمان سے ہے۔ جب تک آسمان سے بارش نہ ہو کھانے کے لئے کوئی چیز پیدا نہیں ہو سکتی۔ پھر بارش نہ ہونے کی وجہ سے پانی ختم ہو جاتا ہے چشمے اور کنوؤں کا پانی خشک ہو جاتا ہے۔ پھر انسان ہوا کو گندی کر دیتے ہیں وہ جب تک صاف نہ ہو۔ انسان جی نہیں سکتا ۔

میرے خیال میں یہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے جواب میں فرمایا ہے جو کہتے ہیں کہ عبادت کرنے کے لئے ہم اپنی عقل سے باتیں دریافت کر سکتے ہیں۔ اور ہمیں وحی کی کوئی ضرورت نہیں۔ فرمایا دیکھو اس زمین میں باوجود اس کے کہ ہم نے ہزاروں قسم کے نفع پہنچانے والی چیزیں رکھی ہیں۔ لیکن جب تک آسمان سے پانی نہیں اترتا اس وقت تک کوئی نفع نہیں دے سکتیں۔ ہاں جب آسمان سے بارش ہوتی ہے تو قسم قسم کے میوے نکلتے ہیں۔ اسی طرح انسان کے اندر بھی طاقتیں رکھی ہوئی ہیں یہ بھی اسی وقت ظاہر ہوتی ہیں جبکہ آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے ۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ

اور اگر تمہیں اس (کلام) کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندہ پر اتارا ہے شک ہے، تو تم کوئی ایک سورۃ

مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اس جیسی لاؤ۔ اور اپنے ان معبودوں کے آگے دعا کرو جو اللہ کے سوا ہیں اگر تم (انہیں معبود

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

بنانے میں) سچے ہو ۔

مشرک لوگوں کی کوئی شریعت نہیں ہوتی۔ مسیح کے ماننے والے مشرک ہیں لیکن ان میں شرک کا نقص مشرکوں کی صحبت کی وجہ سے داخل ہو گیا ہے ورنہ جن میں ابتداء سے ہی شرک ہوتا ہے۔ انکی کوئی شریعت نہیں ہوتی۔ اور شریعت کے نہ ہونے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ میرے خیال میں سب سے بڑے مشرک برہمو سماجی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم الشان صفت مخلوق کو ہدایت دینا ہے۔ لیکن ان کے خیال میں ہر ایک ذرہ لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ خدا تعالیٰ کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتے وہ کہتے ہیں کہ ہم عقل سے پہاڑ۔ سورج۔ چاند۔ ستاروں اور دیگر اشیاء سے نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔ اسلئے ہمیں خدا کی کوئی ضرورت نہیں ۔

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو فرماتا ہے کہ تم اپنی عقل سے قواعد تجویز کرتے ہو اور شرک کرتے ہو۔ اگر تمہیں اس کلام میں جو کہ ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے۔ شک ہے تو اس کی مانند ایک سورۃ ہی بنا کر لے آؤ۔ اور اپنے شاہدوں کو بھی۔ اللہ کے سوا مدد کے لئے بلاؤ اگر تم سچے ہو ۔

یہ شرک کے بطلان کے لئے ایک زبردست دلیل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی تعلیم دی۔ اور آپ کا یہ دعوےٰ نہیں تھا کہ میں اپنے ذہن سے یہ تعلیم تجویز کرتا ہوں بلکہ الہام کا دعویٰ تھا۔ اور آپ یہ کہتے تھے کہ مجھے خدا کہتا ہے کہ میں ایک ہوں آپکا دعویٰ برحق تھا۔ لیکن مشرک کہتے کہ کئی خدا ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اگر ہمارے بندے کی تعلیم کو جو کہ کہتا ہے کہ ایک خدا کو مانو۔ تم غلط سمجھتے ہو تو تم بھی ایک اس قسم کا کلام پیش کرو۔ اور اپنے شاہدوں کو بھی کہو کہ دعائیں کریں۔ شہداء سے مراد بت ہیں جن کی مشرک خدا کے سوا پرستش کرتے تھے ۔

آج تک کسی مشرک نے یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ یہ کتاب لات۔ منات یا عزیٰ کی طرف سے اتری ہے وہ جو کچھ باتیں بناتے ہیں انکو اپنے ذہن سے ہی گھڑتے ہیں تو پھر یہ کس طرح

معلوم ہو کہ بُت جو کہ کچھ بول ہی نہیں سکتے۔ وہ بھی خدا ہو سکتے ہیں۔ اچھا ہم فرض کر لیتے ہیں کہ بت خدا کے شریک ہیں مگر تم ان بُتوں کا دعوےٰ تو پیش کرو یعنے ایسا ہو کہ لات۔ منات یا درگا دیوی یا کالی دیوی کی طرف سے الہام ہو کہ ہم خدا کے شریک ہیں وہ مسلمان جو امام حسین یا سید عبد القادر جیلانی کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ انکو بھی ان کا اپنا دعوےٰ پیش کرنا چاہیئے۔ لیکن کوئی مشرک ایسا نہیں کر سکتا ۞

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُ

پس اگر تم ایسا نہ کرو اور ہرگز نہیں کرو گے۔ تو اس آگ سے ڈرو۔ جس کا ایندھن

هَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝

انسان اور پتھر ہیں۔ کافروں کے لئے طیار کیگئی ہے ۞

پس اگر تم ایسا نہ کرو۔ اور ہرگز تم ایسا نہیں کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو۔ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

میرے خیال میں اگر مشرک سے اس رنگ میں بحث کی جائے تو وہ آگے نہیں چل سکتا اس کو کہا جائے کہ تم اپنے بُتوں سے دُعا مانگو کہ وہ تمہاری مدد کریں۔ اور ان کا اپنا دعوےٰ پیش کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی رنگ میں کہا تھا۔ جس کے جواب میں سب خاموش ہو گئے ۞

پہلے زمانہ میں بتوں کے پیچھے ایک لمبی نالی لگا لیا کرتے تھے۔ اور جو کوئی بتوں سے سوال کرتا تھا۔ اس نالی میں سے پوشیدہ آدمی اس کو جواب دے دیتا تھا۔ ایسا کیوں کرتے تھے اس لئے کہ انکو ضمیر ملامت کرتی تھی کہ جب یہ بُت جواب ہی نہیں دیتے تو ان کی پرستش کرنے کا ہی کیا فائدہ ہے تو مشرک کی یہ کبھی ہمت نہیں پڑتی کہ وہ بُت سے کسی قسم کی مدد یا بات چیت کی توقع رکھ سکے۔ لیکن مؤمن کو جب کہا جائے کہ تم اپنے خدا سے دعا مانگو۔ اور اس کو کہو کہ تمہاری مدد کرے تو وہ بڑی خوشی سے اسبات کے کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ تو ہر روز ایسا کرتا ہے اور اپنے خدا سے مدد اور الہام پاتا ہے۔ لیکن اگر مشرک کو کہا جاوے کہ تم دیوی یا بُت کو کہو کہ تمہیں الہام کرے تو وہ کہے گا۔ کہ وہ تو نہیں بولتا۔ تو تم اس کو کہو کہ پھر ہم کو یہ کس طرح پتہ لگے کہ یہ بھی خدا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مشرک لوگوں کی ہرگز یہ طاقت نہیں کہ بتوں کے پاس جاکر کہیں کہ ہماری مدد کرو۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ مشرکوں کو حکم فرماتا ہے اسبات کو جانتے ہو تو پھر توبہ کیوں نہیں کرتے ایسے آدمیوں کے لئے ایسی خطرناک آگ ہے کہ آدمی اور پتھر اس کا ایندھن ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پتھروں کو ایندھن بنانے سے کیا فائدہ۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ جس چیز کی کسی کے دل میں عزت ہوتی ہے۔ اسکی ذلت دیکھ کر اس کا دل جلتا ہے تو پھر پتھروں کو دوزخ میں ڈالنے سے پتھروں کو تکلیف دینا مقصود نہیں بلکہ بت پرستوں کو تکلیف پہنچانا ہے۔ جیسا کہ دُنیا میں بُت پرست بُتوں کے توڑنے اور انکی ہتک کرنے پر بُرا مناتے ہیں۔

دوسرا آج کل تو پتھر کے کوئلے نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس سے آگ بہت تیز بھڑکتی ہے اللہ تعالیٰ نے یہ کفار کا حال بیان فرمایا ہے۔ اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ وہ انعام فرماتا ہے جو کہ مومنوں پر ہونگے۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے۔ اور اعمال صالحہ کئے۔ انہیں بشارت دے کہ انکے لئے ایسے

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ

باغ ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی۔ جب کبھی انہیں دیا جاویگا ان باغوں کے پھلوں سے

رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ

رزق تو کہیں گے کہ یہ وہی ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا اور دیا جاوے گا۔ ان کو

اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۭ

رزق ملتا جلتا ۞

اور خوشخبری دے ان لوگوں کو جو کہ ایمان لائے۔ اور عمل اچھے کئے کہ ان کے لئے باغ ہیں جن میں نہریں بہتی ہیں۔ ان باغوں سے ان کو اعلےٰ سے اعلےٰ پھل دئے جائیں گے۔ جو کہ ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے۔ یعنی ان کو پے درپے فتوحات دی جائے گی۔ میرے خیال میں یہ معنی ہیں کہ کفار کو تباہ و برباد کر کے انکی جگہوں پر مسلمانوں کو قابض کر دیا جائیگا اور مسلمان انکے ملکوں کو پے درپے فتح کرتے جائینگے۔ اور یہ فتوحات ایسی ہونگی۔ کہ مؤمن خدا کے حضور گر کر کہے گا کہ اے مولا! تو نے ہمیں یہ پہلی ہی فتح نہیں دی بلکہ اس سے پہلے بھی اسی طرح کی اور بہت سی کامیابیاں دی ہیں۔ اسلئے ہم تیرا شکر کس طرح ادا کر سکتے ہیں ۞

وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ

اور ان کے لئے ان باغوں میں پاک جوڑے ہونگے

پھر مسلمانوں کو جو بیبیاں ملینگی۔ وہ پاک دامن ہوں گی ۞

جنگوں میں یہ دو باتیں بہت خطرناک ہوتی ہیں اول کہ اگر کوئی قوم مفتوح ہو جائے۔ تو فاتح لوگ تنگ کرنے کے لئے انکی لڑکیوں اور بیبیوں سے انکے سامنے زنا کرتے ہیں ابھی تھوڑے عرصہ کا واقعہ ہے کہ بلقانیوں نے جن علاقوں کو فتح کیا۔ وہاں بہت سی ایسی خیانتوں کا اظہار کیا تو شکست کسی قوم کی ذلت کے لئے جو سامان مہیا کرتی ہے انہیں سے ایک زنا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ولهم فيها ازواج مطهرة میں فرمایا کہ مسلمانوں کو کبھی شکست ہی نہ ہوگی۔ اور نہ ان کو ایسے اسباب کا سامنا ہوگا کہ ان کی بیویاں اور

حضرت صاحبزادہ اولوالعزم خلیفۃ المسیح والمہدی مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

لڑکیاں قید کی جائیں گی ۔

لڑائی میں دوسری بات یہ ہوتی ہے کہ سپاہی چونکہ جنگوں پر دوسرے ممالک میں چلے جاتے ہیں۔ اور بہت سے روپے گھر بھیجتے رہتے ہیں تو عورتوں میں اچھا کھانے اور اچھا پہننے اور پھر خاوندوں سے الگ رہنے کی وجہ سے زنا کثرت سے پھیل جاتا ہے ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کے وقت شہر میں پھر کر لوگوں کے حالات معلوم کیا کرتے تھے ۔ آپ ایک رات پھر رہے تھے کہ ایک عورت کے شعر پڑھنے کی آواز آئی جو کہ کہہ رہی تھی ۔ کہ اگر مجھے آج خدا تعالےٰ کا خوف نہ ہوتا تو اس وقت میری یہ چارپائی ہلتی ہوتی ۔ یعنی میں زنا کر رہی ہوتی ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اس کے حالات دریافت کئے تو معلوم ہوا کہ اس کا خاوند بہت مدت سے باہر گیا ہوا ہے ۔ پھر آپ نے حکم دے دیا کہ کوئی سپاہی چار ماہ سے زیادہ باہر نہ رہے ورنہ اپنی بیوی کو بھی ساتھ رکھے ۔ تو خدا تعالیٰ نے یہ ایک ایسا لطیف راستہ مسلمانوں کے لئے نکال دیا کہ انکے گھر ہر قسم کی بدی سے محفوظ رہے ۔

وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے

پھر جب تک مسلمان مسلمان رہے ۔ اور عمل صالح کرتے رہے ۔ ان ہی بہشتوں اور جنتوں میں رہے ۔ لیکن جب انھوں نے خدا کو چھوڑ دیا تو پھر نکال دیئے گئے ۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا

اللہ نہیں رکتا کہ مچھر کی اور اس سے بڑی چیز کی کوئی مثال بیان کرے پس

فَوْقَهَا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ

ضرور جو لوگ ایمان لائے ۔ جانتے ہیں کہ یہ (وہ) ان کے رب کی طرف سے

رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ

ایک صداقت ہے ۔ اور ضرور وہ لوگ جو کافر ہوئے کہتے ہیں کیا ارادہ کیا ہے اللہ نے

بِهَٰذَا مَثَلًا

ایسی مثال سے

بے شک اللہ مچھر تک کی مثال بیان کرنے سے نہیں رکتا ۔ یا اس سے بھی کسی بڑی چیز کی مثال سے ۔ پس وہ لوگ جو ایماندار ہوتے ہیں وہ تو جان لیتے ہیں کہ جو کچھ ان کے رب کی طرف سے ہے ۔ وہی حق ہے ۔ لیکن جو لوگ کافر ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے اس مثال کے بیان کرنے سے نہ معلوم کیا مراد لی ہے ۔

خدا تعالےٰ کی طرف سے جس قدر کلام آتا ہے ۔ اسمیں ایک قسم کا ابہام ہوتا ہے ، اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ تاکہ لوگوں کے ایمانوں کو پرکھا جائے ۔ اچھی صریح باتوں کو کون نہیں مان سکتا ۔ لیکن ماننا وہی انعام واکرام کا باعث ہوتا ہے جو یؤمنون بالغیب کے ماتحت ہو ۔

حضرت مسیح موعود کی عادت تھی کہ جب آپ کلام کرتے تو پہلے آواز آہستہ ہوتی ۔ لیکن پھر جوش میں بہت اونچی ہو جاتی ۔ آپ جب اس مثال کو بیان فرمایا کرتے تو آپکو بڑا جوش آجاتا ۔ فرماتے کہ اگر مسیح مردوں کو زندہ کرتا ہوتا ۔ تو جس یہودی کا کوئی رشتہ دار وغیرہ مرتا وہ دوڑا ہوا آپکے پاس آتا اور کہتا کہ حضور میں آپکو مان لیتا ہوں ۔ فلاں مُردے کو زندہ کر دیجئے ۔ پھر جب مسیح مُردے کو زندہ کرتے تو ہزاروں مُردے ہر روز زندہ ہو کر آپکے پاس قبروں سے نکل نکل کر دوڑے آتے ۔ اور آپ کو مان لیتے ۔ اور اس طرح سب لوگ مان جاتے ۔ حضرت مسیح موعود اس مثال کو ایسے لطیف پیرائے میں بیان فرماتے کہ لطف آجاتا ۔ پھر اسی طرح آپ مسیح کے آسمان سے اترنے کے متعلق فرماتے کہ آسمان سے اتر رہا ہوتا ۔ لوگ تماشہ دیکھنے کے لئے جمع ہوتے اور دیکھ کر کہتے کہ وہ آگیا وہ آگیا ۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر کس کی مجال تھی کہ مسیح کا انکار کرتا ۔ تو واقعہ میں اگر تمام باتیں ایسی ہی ہوں تو پھر کوئی بھی انکار نہ کرے ۔ اور دُنیا میں انبیاء کا کوئی منکر ہی نہ رہے ۔

لیکن ہر ایک پیشگوئی میں جو بات بتائی جاتی ہے وہ اصل کے مقابلہ میں بہت قلیل ہوتی ہے اس کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ کسی عظیم الشان چیز کے مقابلہ میں چھوٹی سی چیز پہاڑ کے مقابلہ میں کنکر ۔ یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ہم کسی چیز کو مثال کے طور پر بیان کرنے لگیں تو مچھر کے بیان کرنے سے بھی نہیں رکتے ۔ کیونکہ مثال کے بیان کرنے سے ہماری غرض تو یہ ہوتی ہے کہ مومن اس سے فائدہ اٹھائیں ۔ مومن تو کہتے ہیں ۔ انہ الحق من ربھم ۔ جس طرح ہوگا ۔ ہمیں خود وقت پر پتہ لگ جائیگا لیکن کافر اس سے انکار کر دیتے ہیں ۔

حضرت مسیح موعود کو الہام ہوا کہ زلزلہ آئیگا ۔ آپ نے اس کی بھی تاویل فرمائی کہ طاعون پڑے گی ۔ لیکن زلزلہ ہی آگیا تو گو پیشگوئی کے الفاظ صاف تھے ۔ لیکن تاویل کرنے کی وجہ سے مخالف اب تک شور مچا رہے ہیں کہ ہم کس طرح اس پیشگوئی کو مان لیں ۔ سو یہ لوگ حضرت مسیح موعود کی تاویل کی وجہ سے ٹھوکر کھا گئے ۔

یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ کَثِیْرًا ؕ وَمَا یُضِلُّ بِهٖۤ

اس کے ذریعہ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ فاسقوں

اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ ۙ

کے سوا اور کسی کو گمراہ نہیں کرتا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسی مثالوں سے بہتوں کو تو ہم گمراہ کرتے ہیں اور بہتوں کو ہدایت بھی دیتے ہیں اور گمراہ وہی ہوتے ہیں جو کہ فاسق ہوتے ہیں۔ اور ہدایت والے ہدایت پر ہی رہتے ہیں ؞

الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ ۪

وہ جو کہ اللہ کے عہد کو اس کے مضبوط کرنے کے بعد توڑتے ہیں۔ اور اس تعلق کو توڑتے

وَیَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ

ہیں جس کے جوڑنے کا (رکھنے کا) اللہ نے حکم دیا ہے یعنی اس سے قطع تعلق کرتے ہیں اور

فِی الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

زمین میں فساد کرتے ہیں۔ ایسے (یہ) لوگ نا کام رہنے والے ہیں

فاسق وہ لوگ ہوتے ہیں جو کہ اللہ سے مضبوط عہد باندھ کر پھر اپنے عہدوں کو توڑ دیتے ہیں۔ اور اللہ نے جن کے ملانے کا حکم دیا ہے انکو توڑتے ہیں یعنے جو حکم کرنے کے لئے بتائے وہ نہیں کرتے۔ اور زمین میں فساد ڈالتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو گھاٹا پانے والے ہیں ؞

کَیْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاكُمْ ۚ

تم لوگ اللہ کا کس طرح کفر کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے پھر اس نے تم کو زندہ

ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

کیا پھر تم کو وفات دیگا پھر وہ تمہیں زندہ کریگا پھر تم اسکی طرف لوٹائے جاؤ گے

اللہ تعالیٰ کفار کی نسبت فرماتا ہے کہ اسقدر نشانات دیکھ کر تم کس طرح انکار کرتے ہو تم مُردے تھے پس تم کو خدا نے زندہ کیا۔ پھر تم پر ایک ایسا وقت آئے گا جبکہ مار دئے جاؤ گے پھر تم کو زندہ کیا جائے گا۔ پھر تم نے ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے ؞

اِس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ انسان پہلے مُردہ تھا پھر اللہ تعالےٰ نے زندہ کیا پھر مارتا ہے۔ اور پھر انسان زندہ ہو کر اسی کی طرف جاتا ہے۔ اور دوسرے

اس کے یہ معنی کہ اللہ تعالےٰ ان کو فرماتا ہے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ذریعے جو ہمنے عربوں کو زندہ کیا ہے۔ کیا تم ان کا انکار کر سکتے ہو۔ انہیں سے ہی لوگ آتے۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہکر ایسے پاک ہو جاتے کہ دُنیا کے لئے نمونہ بن جاتے ؞

فرمایا تم مردہ تھے۔ فاحیاکم۔ تم کو زندہ کر دیا یعنے تم میں سے ہی لوگوں کو زندہ کر دیا پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ تم مُردے ہو جاؤ گے۔ پھر مسیح موعود کے زمانہ میں زندہ کئے جاؤ گے۔ اور پھر آخرت کو خدا تعالیٰ کے حضور پیش کئے جاؤ گے ؞

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ

یہ خدا ہے وہ جس نے تمہارے فائدہ کیلئے تمام ان چیزوں کو جو زمین میں ہیں پیدا کیا

اللہ تعالےٰ نے انسان کے لئے بڑی بڑی ترقیوں کی راہیں رکھی ہیں۔ فرمایا تمہارا رب وہی ہے۔ جس نے تمہارے لئے جو کچھ کہ زمین میں ہے پیدا کیا تو جب انسان کے لئے اسقدر سامان پیدا کئے گئے ہیں تو کیا انسان کو لغو ہی پیدا کیا ہے ؟ نہیں بلکہ اس کے ہر ایک کام کا محاسبہ ہو گا ؞

ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ

پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا پھر اس نے انھیں ٹھیک ٹھاک سات آسمان بنائے۔

پھر وہ متوجہ ہوا آسمان کیطرف۔ پس سات آسمان بنائے۔ آج کل بعض ایسے ستارے معلوم ہوئے ہیں۔ جن کی روشنی لاکھوں اور کروڑوں سال کے بعد زمین تک پہنچتی ہے۔ اور نہ معلوم ایسے اور کتنے ستارے ہونگے۔ تو اسی طرح آسمان بھی سات ہوں۔ جن کا ہمیں علم نہیں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ہاں ہمیں قرآن یہ نہیں بتاتا کہ نیچے تانبے کا آسمان ہے۔ اور اوپر پیتل کا اور اسیطرح سات آسمان ہیں یہ لوگوں کی خود تراشیدہ باتیں ہیں ؞

(۲) جب ہر ایک بات اور ہر ایک چیز میں سات درجے ترقی کے ہوتے ہیں تو ممکنات سے ہے کہ آسمان کے بھی سات درجے ہوں ؞

وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے

وہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے۔ جب وہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے۔ تو رُوح کی ہدایت بھی اسی کی طرف سے آنی چاہیئے۔ کسی کی عقل اور فکر اس میں کام نہیں دیسکتی ؞

پس ہدایت وہی ہے جو انبیاء خدا کی طرف سے لاتے ہیں ؞